هو القادر

دورِ حاضر میں

بریلوی

اہلِ سنّت کا علامتی نشان

علامہ ارشد القادری

مکتبہ حبیبیہ ○ لاہور

دورِ حاضر میں

بریلوی

اہلِ سنّت کا علامتی نشان

از

علاّمہ ارشد القادری
سیکرٹری ورلڈ اسلامک مشن ۔ انگلستان

مکتبہ حبیبیہ
بازار حضرت داتا صاحب رضی اللہ عنہ ۔ لاہور

بار اوّل ۱۱۰۰ ۱۱ رجب المرجب ۱۳۹۶ھ

هو القادر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

معروضات

مکتبہ حبیبیہ - لاہور — مشہور روحانی پیشوا سنوسی الہند شیخ طریقت مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن قادری رضوی مدظلہ العالی (دھام نگر اڑیسہ) سے منسوب اور ان کے نام نامی و اسم گرامی پر موسوم ہے۔

اس مکتبہ کے قیام کی غرض و غایت مسلک اہلسنت وجماعت (بریلوی) کے علماء کرام کی تصانیف کی اشاعت ہے۔ اس کار خیر کی ابتدا شجرہ طیبہ قادریہ رضویہ ضیائیہ کی طباعت سے کی گئی۔ اس ادارے کی دوسری پیش کش "بریلوی" دور حاضر میں اہل سنت کا علامتی نشان" (از فخر اہلسنت علامہ ارشد القادری مدظلہ) آپ کے پیش نظر ہے۔ اس کے بعد ضخیم ضخیم کتابیں پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

جس وقت پاک و ہند میں وہابیت کا شیوع ہوا تو اہل سنت کے

علماء (خیرآباد ۔ بدایوں ۔ بریلی) نے اس کا رد بلیغ کیا اور قدیم حنفیت
کی پرزور طریق پر حفاظت فرمائی ۔ ۱۸۵۷ء میں اکثر علماء اہلسنت کو تختہ دار
پر چڑھا دیا گیا اور بعض کو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند کر دیا
گیا ۔ اس طرح بظاہر میدان وہابیہ کے ہاتھ میں آگیا ۔ مگر اللہ تعالیٰ کو دین
حنفیت کی حفاظت منظور تھی لہذا اس نے چودہویں صدی کے مجدد
اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کو اس دور
کے جملہ فتنوں کی سرکوبی کے لیے پیدا فرمایا ۔ بتائید ایزدی امام اہلسنت
اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے نہایت موثر انداز میں
کام کیا کہ پورے ملک کے سنی علماء نے آپ کو اپنا امام تسلیم کر
لیا ۔ پھر ان کی آواز یہاں سے نکل کر عالم اسلام میں پہنچی تو وہاں کے
علماء و مشایخ نے انہیں اس صدی کا مجدد برحق تسلیم کیا ۔

اس مقبولیت و کامیابی سے بوکھلا کر مخالفین نے امام اہلسنت
اعلیحضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کو ایک نئے فرقے کا بانی اور سواد اعظم
اہلسنت کو بریلوی فرقہ کہنا شروع کر دیا ۔ "قلم در کف دشمن است"
والا معاملہ درپیش تھا ۔ لہذا سادہ لوح عوام نیز سکول و کالج
کے تعلیم یافتگان کو یہ لوگ غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے میں کسی
حد تک کامیاب بھی ہو گئے مگر "دروغ گو را حافظہ نباشد"
ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا اظہار ہو ہی جاتا ہے ۔ علامہ سلیمان

جو وہابیت کے بہت بڑے ترجمان تھے ان کے قلم سے حق بات صفحات قرطاس پر آہی گئی۔ لکھتے ہیں۔

"دہلی کے اس خانوادہ (خاندان شاہ ولی اللہ) کے فیض سے دو اہم سلسلے چلتے ہیں' ہندوستان میں اب تک ترکستان اور خراسان کے اثر سے صرف فقہ حنفی کا رواج تھا۔ عرب سے خال خال شافعی آئے تھے مگر ان کا اثر سواحل تک محدود تھا۔ اکبر اور جہانگیر کے زمانہ میں جب سمندر کی طرف سے عربوں کی آمدورفت کا دروازہ کھلا تو ہندوستان اور عرب میں علمی تعلقات کا آغاز ہوا۔ چنانچہ شیخ بہلول (حضرت مجدد الف ثانی کے شیخ الحدیث) اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس فیض کو وہیں سے لائے۔ اس سے حنفیت کے غلو کے ساتھ حدیث و سنت کی پیروی کا خیال دلوں میں پیدا ہوا۔ شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم نے جب سفر کیا۔ مختلف مذاہب کے علماء سے فیض پایا تو ان کا مشرب زیادہ وسیع ہو گیا وہ عملاً گو حنفی ہی رہے۔ مگر نظری اور علمی حیثیت سے مجتہدانہ شان رکھتے تھے۔ اس شان کا علانیہ جلوہ ان کی مسوی و مصفی شرح موطا میں نظر آتا ہے۔ شاہ صاحب کے بعد یہ رنگ اور نکھر گیا۔ مولانا شاہ اسحٰق صاحب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب اور مولانا عبدالحی صاحب دہلوی نے رد بدعت اور توحید خالص کی اشاعت میں جو جدوجہد فرمائی اس نے دلوں میں سنت کی پیروی کا عقیدہ راسخ کر دیا۔ ان کے شاگردوں میں یہ دونوں

رنگ الگ الگ ہو گئے۔ شاہ اسحٰق صاحب کے نامور شاگردوں میں
مولانا شاہ عبدالغنی صاحب مجددی اور مولانا احمد علی سہارن پوری ہیں۔
پورب میں مولانا شاہ اسمٰعیل کے شاگرد مولانا سخاوت علی جون پوری ہیں۔
اس سلسلہ میں رد بدعت اور توحید خالص کے جذبہ کے ساتھ حنفیت
کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ مولانا شاہ اسحٰق صاحب کے ایک دوسرے
شاگرد مولانا سیّد نذیر حسین صاحب بہاری دہلوی ہیں۔ اس دوسرے سلسلہ
میں توحید خالص اور رد بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کی بجائے
براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم واستفادہ اور اس کے مطابق
عمل کا جذبہ نمایاں ہوا۔ اور اسی سلسلہ کا نام اہل حدیث تھا۔ تیسرا فریق
وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی قدیم روش پر قائم رہا اور اپنے
کو اہل سنت کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں
کے علماء تھے" [۱]

○

شیخ اکرام نے موج کوثر میں اعلحضرت اور "بریلویت" کے بارے میں
اس طرح اظہار خیال کیا ہے جسطرح کہ دیوبندی مولوی کیا کرتے ہیں۔ یعنی تحقیق
کا مُنہ چڑھایا گیا ہے۔ لیکن حق ان کے قلم کی زبان سے بھی نکل گیا ہے،

" انہوں نے (اعلیٰ حضرت نے) کوئی پچاس کے قریب (ایک ہزار سے زاید)

[۱] ملخصاً از حیات شبلی اعظم گڑھ مرتبہ سلیمان ندوی ص ۴۸۲ - ۴۸۴
بشکریہ سید نور احمد قادری

کتابیں مختلف نزاعی اور علمی مباحث پر لکھیں اور نہایت شدت سے
قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی" ــــــ [۱]

میاں عبدالرشید صاحب جو نوائے وقت کے کالم نگار ہیں۔
اور مبدار فیاض نے انہیں حقیقت پسند طبیعت عطا کی ہے آپ لکھتے ہیں

"بریلوی تحریک کے سربراہ ایسے صوفیاء اور علماء تھے۔ جن کا تعلق مسلمانوں
کے سواد اعظم سے تھا۔ عام طور سے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کو اس تحریک
کا قائد تصور کیا جاتا ہے۔ ان کی نسبت سے بریلوی تحریک اور ان کے
ساتھ منسلک لوگوں کو بریلوی فرقہ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ بریلوی کوئی
فرقہ نہیں بلکہ سواد اعظم ہیں۔ مولانا نے صرف مسلمانوں کے سواد اعظم کے
خیالات و اعتقادات کی ترجمانی کی اور اپنی صلاحیتوں سے دوسروں
کے اعتراضات کے جواب دیئے۔
۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بریلوی علماء کی کثیر تعداد نے قید و بند اور
دار و رسن کے مصائب برداشت کئے تھے۔ اس لئے بریلوی تحریک کے
رہنما بھی انگریزوں کے سخت دشمن تھے۔ مگر انگریز دشمنی کے تعصب
میں انہوں نے ہندو دوستی اختیار نہ کی۔ وہ مشرکوں اور بت پرستوں
کے ساتھ مسلمانوں کے تعاون کو ناجائز سمجھتے رہے۔ قائد اعظم کی طرح
انہوں نے بھی ترک موالات اور تحریک ہجرت کی مخالفت کی۔

---

[۱] موج کوثر طبع ہفتم ۱۹۶۶ء ص ۷۰

"یہ ملک ہمارے بزرگوں نے اپنا خون دے کر حاصل کیا تھا۔ ہم کیوں یہاں سے ہجرت کریں"۔ ان میں سے ایک نے کہا اور بعد میں حالات نے ثابت کیا کہ ان کا موقف درست تھا۔ تحریک ترک موالات اور ہجرت سے مسلمانوں کو سراسر نقصان پہنچا اور ملکی سیاست پر ہندوؤں کی گرفت مضبوط ہوئی۔ البتہ جب مسلم لیگ نے حصول پاکستان کے لئے تحریک چلائی تو ان حضرات نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا نہ ان کے علماء پیچھے رہے نہ صوفیاء۔ بریلوی حضرات کا اصل سرمایہ عشق رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور یہ عشق ہر موقع پر ان کی صحیح رہنمائی کرتا رہا ہے" [۱]

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اقبال

بہرحال ہم بریلوی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں اس لئے کہ قدیم حنفیت کا نام بریلویت ہے۔

آج جس حنفیت کو بریلوی کہا جاتا ہے۔ یہ قدیم حنفیت ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک حُبّ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ہے۔ اس تحریک کو ختم کرنے کیلئے دنیا کے یہودی ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں امریکہ کے ایک یہودی فوجی ماہر پروفیسر ہرٹز کی کتاب کا حسب ذیل اقتباس ملاحظہ ہو۔

"پاکستانی فوج اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے غیر معمولی عشق رکھتی ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس نے پاکستان اور عربوں (بلکہ کل عالم اسلام [۲]) کے باہمی رشتے مستحکم کر رکھے ہیں۔ یہ صورت حال عالمی یہودیت کے لئے شدید خطرہ رکھتی ہے اور اسرائیل کی توسیع

---

[۱] جدا خواندہ در میں برعظیم پاک و بھارت کی مسلم سیاست از میاں عبدالرشید۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور بابت ۸ مئی ۱۹۷۵ء ص ۵

[۲] ۔۔۔

ہیں حائل ہو رہی ہے۔ لہٰذا یہودیوں کو چاہیے کہ ہر ممکن طریقے سے
پاکستانیوں کے اندر سے حُبّ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتمہ کریں" [۱]

امریکہ کے ایک یہودی فوجی ماہر کی درج بالا رائے کو پھر پڑھیے
اور غور کیجیے کہ جذبہ حب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کون کر رہا ہے۔

مکتبہ حبیبیہ - لاہور احناف اہلسنت کی تصانیف کو دنیا کے
سامنے پیش کر کے حبّ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت دیتا رہے گا امید
ہے کہ عوام اہلسنت تعاون فرمائیں گے

میاں زبیر احمد قادری

۱۔ نوائے وقت ۲۲ مئی ۱۹۷۲ء

پیش لفظ

از شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وہ مقدس ہدایت یافتہ و نجات یابندہ جماعت حضور آیۂ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے "ما انا علیہ واصحابی" سے جس کی پہچان کرائی اور ید اللہ علی الجماعۃ فرماکر جس کا تعارف کرایا۔ —— اُسی جماعت کو —— ہند و پاک کے ایک بڑے حصّے میں "بریلوی" کہا جانا "مجدد مائۃ حاضرۃ امام احمد رضا رضی اللہ عنہ" کی فضیلت و عظمت اور ان کی رفعت شان کے اس گوشے کو نمایاں کرتا ہے جو مجددین سابقین کی صف میں آپ کی ذات کو منفرد و ممتاز کر دیتا ہے —— اور لطف کی بات یہ ہے کہ لفظ بریلویت کو "غیر شعوری طور پر ہی "سنیت" کے ہم معنی ایک وسیع مفہوم میں استعمال کے آغاز کا سہرا خود انہی منکرین عظمت نبوت کے سر ہے جنہوں نے تقدیس رسالت

کی نفی ہی کو توحید الٰہی سمجھ رکھا ہے ـــــ اب کوئی اشاعرہ سے ہو ـ یا ـــ ماتریدیہ سے، حنفی ہو یا شافعی مالکی ہو یا حنبلی اگر وہ صحیح طور پر مسلک اہل سنت و جماعت پر ہے تو مذکورۃ الصدر مروجہ اصطلاح کی روشنی میں "بریلوی" ہے ـــ اب بریلوی ہونے کے لئے "فاضل بریلوی" کی ذات گرامی تک کسی کا سلسلۂ علمی یا سلسلہ نسبی یا سلسلہ بیعت وارادت کا پہونچنا ـ یا ـ شہر بریلی شریف میں مقیم رہنا ضروری نہیں رہ گیا ـــــــ اسی لئے تو ایسوں کو بھی بریلوی کہا جاتا ہے ـ جس نے عمر بھر بریلی شریف کو خواب میں بھی نہیں دیکھا ـــ ـــ نیز ـــ جس کا علمی یا نسبی یا کسی دوسری طرح کا کوئی سلسلہ فاضل بریلوی تک نہیں پہونچتا ـــ بلکہ ـــــ جہاں فاضل بریلوی کی آواز تک نہیں پہونچی اس اصطلاح نے "بریلویت" کو وہاں تک پہونچا دیا ـــــ اب اس دنیا کا ہر وہ فرد بریلوی ہے جو مسلک اہلسنت پر واقعی طور پر گامزن ہے ـــــ غور فرمایئے کہ ـــ فاضل بریلوی کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے از اول تا آخر مقلد رہے ان کی ہر تحریر کتاب وسنت اور اجماع وقیاس کی صحیح ترجمان رہی نیز سلف صالحین وائمہ مجتہدین کے ارشادات اور مسلک اسلاف

کو واضح طور پر پیش کرتی رہی۔ وہ زندگی کے کسی گوشے میں ایک پل کے لئے بھی "سبیل مومنین صالحین" سے نہیں ہٹے

_____ اب اگر ایسے کے ارشادات حقانیہ اور توضیحات و تشریحات پر اعتماد کرنے والوں، انہیں حق سمجھنے والوں اور دلائل و براہین کی روشنی میں انہیں سلف صالحین کی روش کے مطابق یقین کرنے والوں کو "بریلوی" کہدیا گیا تو کیا بریلویت و سنیّت کو بالکل مترادف المعنی نہیں قرار دیدیا گیا؟ اور بریلویت کے وجود کا آغاز فاضل بریلوی کے وجود سے پہلے ہی نہیں تسلیم کرلیا گیا؟

المختصر

ہمارے "امام احمد رضا فاضل بریلوی" کی عظمت و شان اور بارگاہ خدا و رسول میں ان کی مقبولیت کو سمجھنے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کی ذات گرامی تو بڑی چیز ان کے شہر کی طرف نسبت منسوب کے اہل ایمان اور اس کے عاشق رسول ہونے کی دلیل بن گئی ہے _____ اب میں الحمد للہ مسلکاً "حنفی نسباً" جیلانی، مشرباً اشرفی اور وطناً کچھوچھوی ہونے کے باوجود اپنے کو بریلوی کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں _____

اب آپ علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی کی

تحریر دلپذیر

سے مستفید و مستفیض ہوں

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

فقیر اشرفی و گدائے جیلانی
محمد مدنی اشرفی جیلانی غفرلہ
مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تکریماً

"بریلوی"
دورِ حاضر میں اہلِ سنّت کا علامتی نشان

از
علامہ ارشد القادری معتمد عام الدعوۃ الاسلامیہ العالمیہ
(انگلستان)

آج کے دورِ فتن میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنّت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا منصب تجدید و ارشاد اتنا واضح ہو چکا ہے کہ محتاج بحث و استدلال نہیں رہا۔ غیر جانب داری اور انصاف و دیانت کے ساتھ اسلاف کے مذہب و مسلک کا مطالعہ کرنے والا یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اسلام کے ماضی اور حال کے درمیان ایک عظیم رابطہ کی حیثیت سے اپنے وقت میں جلوہ گر ہوئے اور اپنی خداداد قوت علم و یقین اور لگاتار قلمی جہاد کے ذریعے انہوں نے ملحدانہ قوتوں کی ان ساری کوششوں کو ناکام بنا دیا جو ہمارے فکر و اعتقاد اور کردار و عمل کا رشتہ ہمارے مقدس ماضی سے منقطع کرنا چاہتے تھے۔

دراصل یہی ہے وہ منصب تجدید و ارشاد، جس پر وقت کا ایک

ہوتا ہے۔ وہ کسی نئے مذہب فکر کی بنیاد نہیں ڈالتا۔ بلکہ اسی مذہب اسلام کو نئی توانائیوں اور صحیح تعبیر کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جو نقطۂ آغاز سے لے کر ماضی کے بیشمار اشخاص و رجال کے ذریعہ اُس تک پہنچا ہے۔ اس کی ساری جدوجہد اس نقطہ پر مرکوز رہتی ہے کہ ملت اسلامیہ کے افراد کے ساتھ فکر و اعتقاد کے زاویے کا وہ تسلسل ٹوٹنے نہ پائے جس نے ماضی کے ہر دور میں کروڑوں افراد انسانی کو اسلام کیساتھ مربوط رکھا ہے۔ مسلم معاشرہ کی چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لئے جس پر اسلام کے مقدس ماضی کی چھاپ لگی ہوتی ہے، وہ لوگوں سے جنگ کرتا ہے۔

وُہ کہتا ہے کہ ہم ایک عظیم اور مقدس ماضی کے وارث ہیں۔ اس لئے ماضی کے بزرگوں سے جو کچھ ہمیں ملا ہے کُل کا کُل قبول کرنا ہوگا۔ کچھ لینے اور کچھ چھوڑنے کی اگر اجازت دے دی گئی تو ایک دن ایسا بھی آسکتا ہے کہ کچھ چھوڑنے والے سبھی کچھ چھوڑ دیں۔ اور اس کے بعد بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے رہیں۔ یونہی کسی چھوٹی چیز کو اس پیمانے سے مت دیکھو کہ وہ چھوٹی ہے۔ بلکہ اس زاویہ نگاہ سے دیکھو کہ وہ ماضی کے مقدس بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے۔ جو آج ماضی کی چھوٹی چیز کو ٹھکرا سکتا ہے وہ کل ماضی کی بڑی چیز کو بھی ٹھکرا دے گا۔ کیونکہ ماضی سے مربوط رہنے کا ذریعہ وہ حسن اعتماد ہے جو ماضی کے بزرگوں کے ساتھ قائم ہے اور جب وہی مجروح ہو گیا تو آیندہ مسلمان رہنے کی ضمانت کیا ہے۔ قرآن کی زبان میں اسلام اُس صراط مستقیم کا نام ہے جو صدیقین و صالحین کے قدموں کے نشانات سے پہچانا جاتا ہے۔ اِس کے علاوہ سینکڑوں راہوں کے درمیان اسے ممیز کرنے کا اور کوئی محسوس ذریعہ ہمارے پاس نہیں ہے بس یہی جیسے اُس گزر جانیوالے قافلے کے نقوش قدم کی

پیروی سے انکار ہے اُس کے حق میں دو باتیں ہی کہی جا سکتی ہیں، یا تو وہ اپنے تئیں اس منزل کا مسافر ہی نہیں ہے یا پھر گمشدگی اس کی تقدیر کا نوشتہ ہے

آپ اعلیحضرت فاضل بریلوی کی کوئی بھی تصنیف اٹھا لیجئے۔ ایک روایتی مجدد کا یہ اندازِ فکر آپ کو پوری کتاب میں پھیلا ہوا نظر آئے گا۔ کسی بھی مسئلے پر اعلیحضرت کا قلم جب اُٹھتا ہے تو بالالتزام بحث واستدلال کی ترتیب یہ ہوتی ہے، سب سے پہلے آیات قرآنی پھر احادیث کریمہ پھر آثار صحابہ پھر ارشادات تابعین وتبع تابعین پھر اقوال آئمہ مجتہدین پھر تصریحات مشاہیر اُمت۔ تحریر وبیان کا یہ اسلوب اس نقطہ نظر کو پوری طرح واضح کرتا ہے کہ کسی بھی مسئلے میں شارع کا منشا معلوم کرنے کے لئے ماضی کے ہر مستند طبقے کے ساتھ منسلک رہنا نہایت ضروری ہے۔ اعتماد و وابستگی کا یہ سلسلہ الذہب کہیں سے بھی ٹوٹ گیا تو ایمان ویقین کی سلامتی کو کبھی بھی خطرہ پیش آ سکتا ہے۔

واقعات وحالات کی روشنی میں اگر آپ مذہبی امور میں آزادئ رائے کی تاریخ کا تجزیہ کریں تو آپ کو تسلیم کرنا ہوگا کہ اپنے وقت کے مجدد کا یہ اندیشہ غلط نہیں تھا کہ چھوٹی چیز چھوڑنے والے ایک دن بڑی چیز کو بھی چھوڑ دیں گے اور سوادِ اعظم کی پیروی سے انکار کرنیوالے ایک دن رسول ہی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے انکار کر دیں گے۔ چنانچہ تجربات شاہد ہیں کہ رسم کہہ کر جن لوگوں نے ماضی کے بزرگوں کی روایات سے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کی انہیں کچھ مدت کے بعد اپنے ہی درمیان ایک ایسے طبقے کا سامنا کرنا پڑا جس نے یہ کہتے ہوئے آئمہ مجتہدین

کی تقلید کا قلاوہ اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیا کہ وہ بھی ہماری طرح ایک عام امتی ہیں۔ دین کے مسائل و احکام معلوم کرنے کیلئے اُن کی مجتہدانہ صوابدید پر اعتماد کرنا ہمارے لئے کیا ضروری ہے۔ ہمیں بھی خدا نے فکر کی قوت بخشی ہے ہم براہ راست احادیث سے رابطہ قائم کریں گے، ہمارے لئے حدیث رسول کافی ہے۔ اقوال آئمہ کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ اقوال آئمہ اغلاط کا مجموعہ ہیں۔

لیکن ابھی چند سال بھی نہیں گزرے تھے۔ کہ اسی دعوت انحراف کے بطن سے تیسرے گروہ نے جنم لیا۔ اس نے بڑے طمطراق سے کہنا شروع کیا کہ دین دراصل خدا کا ہے۔ پیغمبر کی حیثیت تو صرف ایک قاصد کی ہے۔ دین کے متعلق خدا کی مکمل ہدایات قرآن کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآن ہمارے لئے کافی ہے حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔ احادیث اغلاط کا مجموعہ ہیں مسلمانوں کے فکری زوال اور قومی انتشار کا سب سے بڑا ذریعہ یہ احادیث ہیں۔

بغاوت و الحاد کا یہ قیامت خیز فتنہ جب جوان ہو گیا اور سر پر چڑھ کر آواز دینے لگا تو اب لوگ بدحواس ہو کر سینہ پیٹ رہے ہیں کہ ہائے اسلام میں اتنا بڑا رخنہ ڈال دیا ان ظالموں نے! اُمت کا شیرازہ جس رشتے سے بندھا ہوا تھا اُس کو توڑ دیا اب اس کی ضمانت کیا ہے کہ حدیث کو چھوڑنے والے ایک دن قرآن کو نہیں چھوڑ دیں گے اور اس کے بعد کہیں گے ہم مسلمان ہیں ہمیں مسلم معاشرہ میں ایک مسلمان کا حق ملنا چاہیے۔

لیکن میں کہتا ہوں کہ پہنچنے والے یہاں تک اچانک نہیں پہنچ گئے

انہیں الحاد و انکار کے متعدد مراحل سے گزرنا پڑا۔ اس سے پہلے اعتماد و یقین کے کئی رشتے انہوں نے بتدریج توڑے تب جاکر حدیث کے رشتے تک ان کا ہاتھ پہنچا ــــ اس لئے مجھے کہنے دیا جائے کہ اسلام میں رخنے کی بنیاد اُس دن پڑ گئی تھی جس دن دہلی کے ایک ناخدا ترس باغی نے "بزرگوں کی رسم" کہہ کر ماضی کی تہواریث روایات کے خلاف بغاوت کا علم اٹھایا تھا۔ اسلامی اقدار کے خلاف ایک نیا فتنہ جین اپنی ولادت کے وقت ہی کچل دیا گیا ہوتا تو آج ہمیں یہ سیاہ دِن کیوں دیکھنا پڑتا۔ اور اس پر مزید یہ ستم ہے کہ جو اسلام میں نئے فتنوں کا بانی تھا اُسے آج بھی ملت کا محسن سمجھا جاتا ہے اور جس نے اپنے خونِ جگر سے یقین و ایمان کے فصیلوں کی بنیاد مستحکم کی اس کی خدمات کا کوئی اعتراف نہیں ہے۔ مسلم ہندوستان کی مذہبی تاریخ پر قلم اٹھانے والے جو اپنے آپ کو غیر جانب دار اور حقائق پسند کہتے ہیں اگر انہوں نے دیدہ و دانستہ احیائے ملت کی ایک عظیم تاریخ کے ساتھ بے اعتنائی برتی ہے تو یہ حقائق کے خلاف ایک کھلا ہوا تعصب ہے اور اگر انہوں نے ناواقفیت کی بنیاد پر تاریخ کی یہ اہم کڑی چھوڑ دی ہے تو سوا اس کے اور کیا کہا جائے گا کہ کچھ نہ لکھنا ایک گمراہ کن تاریخ لکھنے سے کہیں بہتر تھا۔

واقعات کے ساتھ انصاف کرنے والوں کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے منصب تجدید و ارشاد کو سمجھنے کیلئے جہاں اُس دور کے مذہبی اور سیاسی ماحول کا سمجھنا ضروری ہے وہاں اُن فکری اور اخلاقی

محرکات کا پیش نظر رکھنا بھی لازمی ہے جو اعلحضرت کی علمی خدمات اور ان کی تصنیفات کے پیچھے ہیں کیوں کہ نکر و اعتقاد کے جن مفاسد کی اصلاح کرنے کے لئے وہ اٹھے تھے وہ انفرادی نہیں تھے بلکہ ایک منظم گروہ اور ایک مربوط مکتبِ فکر کی پشت پناہی میں پھیل رہے تھے۔

اعلیٰ حضرت کو اپنے وقت میں "دیوبندی جماعت" کے نام سے ایک ایسے الحاد پرور اور زمانہ ساز گروہ کا سامنا کرنا پڑا جو ایک طرف اپنے آپ کو "حنفی" بھی کہتا تھا اور دوسری طرف ابن تیمیہ سے لیکر ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی[1] تک، ان سارے ائمہ الحاد وفتن کے عقائد و افکار کا علمبردار بھی تھا جو سلف صالحین اور ائمہ اسلام کی بارگاہوں سے ٹھکرائے جا چکے تھے۔ اور اتنا ہی نہیں بلکہ ائمہ اسلام کے اُس باغی طبقے کے ساتھ جسے ہم غیر مقلدین کے نام سے جانتے ہیں، اعتقادی اور فکری رابطہ بھی قائم ہو گیا تھا اور دونوں گروہوں کے درمیان مولوی اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان جسے ابن عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا دوسرا ایڈیشن کہنا چاہیے، بزرگان اسلام کے خلاف بغاوت کیلئے ایک مشترک طور پر استعمال کی جاتی تھی اور دونوں گروہ اس کتاب کے گمراہ کن اور ایمان

---

[1] مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد بریلوی کی تحریک کو سمجھنے کے لئے غیر جانبدار مصنف وحید احمد مسعود کی کتاب "سید احمد شہید کی صحیح تصویر" ملاحظہ کی جائے (ناشر)

سوز مضامین کی تبلیغ و اشاعت کو اپنا مقدس ترین فریضہ سمجھتے تھے اور
آج تک سمجھ رہے ہیں۔ غیر مقلدین کیساتھ ان نام نہاد حنفی مقلدین کے گٹھ
جوڑ نے نہ صرف یہ کہ حنفی مذہب کو نقصان پہنچایا اور غیر مقلدین کیلئے
مسلم معاشرہ میں داخل ہونے کا راستہ ہموار کیا بلکہ دونوں گروہوں کی مشترک
جدوجہد سے زندگی کے بیشتر مسائل میں آئمۂ اسلام اور سلف صالحین کے
ساتھ عامۃ مسلمین کے فکری رابطے کا اعتماد بھی مجروح ہونے لگا۔

اس طرح کے پیچیدہ اور سنگین ماحول میں اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی
نے اصلاح و ارشاد کا کام شروع کیا آندھیوں کی زد پر چراغ جلانے کا
محاورہ ہم نے سنا تھا لیکن اعلیٰحضرت کی علمی اور دینی تاریخ میں یہ محاورہ
حقیقت کا ایک پیکر محسوس بن گیا ہے۔ بلاشبہ انہوں نے آندھیوں کی زد پر
چراغ جلایا۔ قلم کی تلوار ہاتھ میں لے کر تنہا اُٹھے اور عرب سے عجم تک
مذہب اہل سنت کی حقانیت و صداقت کا سکہ بٹھا دیا۔ مومنین کے
قلوب میں سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت توقیر اسلف صالحین
کی محبت و عقیدت اور شریعت طیبہ طاہرہ کے احترام کا جذبہ کچھ اس طرح
جگایا کہ اہل ایمان کی زندگی کا نقشہ بدل گیا۔

ویسے ہندوستان میں اس وقت اس گروہ کے علاوہ بھی بہت
سے فرقہائے باطلہ تھے جن سے مسلمانوں کی مذہبی سلامتی کو نقصان پہنچا
اور اعلیٰ حضرت نے ان کے فتنوں سے بھی ملت کی تطہیر فرمائی لیکن خصوصیت
کے ساتھ فتنہ وہابیت کے استیصال میں اُن کے مجاہدانہ اقدامات نے امت

کو ایک عظیم ابتلا سے بچالیا۔ فتنہ وہابیت کے استیصال کی طرف اعلحضرت کی خصوصی توجہ کا باعث یہ ہوا کہ اس فتنے کے علمبردار اپنے آپ کو حنفی کہہ کر حنفی مسلمانوں میں بار پانے کی کوشش کر رہے تھے اور حنفی مسلمانوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ جو خیالات وہ ان کے سامنے پیش کر رہے تھے وہ عین حنفی مذہب کے مطابق ہیں حالانکہ حنفی مذہب سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

ان حالات میں اعلحضرت نے شدت کے ساتھ یہ خطرہ محسوس فرمایا کہ اگر واضح اور مدلل بیان کے ساتھ اس فریب کا پردہ چاک نہ کیا گیا تو پاک و ہند کے احناف سخت گمراہی کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لئے اعلحضرت نے ایک ایک اختلافی مسئلے پر قرآن و حدیث، اقوال آئمہ اور حنفی مذہب کی کتابوں سے دلائل و شواہد کا انبار لگا کر حنفیت اور وہابیت کے درمیان کھلا ہوا امتیاز قائم کر دیا۔

فکر و اعتقاد اور کردار و عمل کی مختلف سمتوں میں اعلحضرت کی مجددانہ اصلاحات اور ان کی علمی خدمات کو ہم چار شعبوں میں تقسیم کر سکتے ہیں

سنی حنفی مسلمانوں کے وہ عقائد و روایات جنہیں دیوبندی حضرات شرک اور حرام کہتے تھے اعلیٰ حضرت نے قرآن و حدیث، فقہ حنفی اور اسلاف

کی کتابوں سے روشن بیانات اور واضح دلائل کیساتھ یہ ثابت کیا کہ وہ امور شرک اور حرام نہیں بلکہ قرآن وحدیث کا عین مقتضا اور ائمہ کرام اور سلف صالحین کے نزدیک مستحسن وپسندیدہ ہیں اور یہ امور کچھ آج کے ایجاد کردہ نہیں ہیں بلکہ سلام کے ماضی سے ہمیں ورثے میں ملے ہیں۔ لہٰذا جو ان امور کو شرک یا حرام کہتا ہے اس کا یہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ اُن اسلاف کرام پر ہے۔ جن کے ساتھ وابستگی ہماری دین سلامتی کی ضمانت ہے۔

اِس شعبے کے ضمن میں مندرجہ ذیل مباحث بطور مثال ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ تقبیل ابہامین ۲۔ ندائے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۳۔ عقیدۂ شفاعت ۴۔ توسل

۵۔ عقیدہ علم غیب ۶۔ عقیدہ حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

۷۔ میلاد و قیام ۸۔ عرس و فاتحہ

۹۔ نذر ۱۰۔ تذکرہ شہادت کربلا

۱۱۔ محافل گیارہویں ۱۲۔ تثویب

۱۳۔ استعانت بالانبیا والاولیاء ۱۴۔ بناء قباب بر مزارات

۱۵۔ سفر برائے زیارت قبور انبیاء و اولیاء وغیرہا

اہلِ سُنت کی یہ وہ مذہبی اور اعتقادی روایات تھیں۔ جن پر دیوبندی گروہ کے علماء حملہ آور تھے اور اعلیٰحضرت نے اہلسنت کی طرف سے اُن کا دفاع فرمایا۔ یہ روایات صدیوں سے اُمت مسلمہ کے اندر تمام شرق و غرب اور عرب و عجم میں رائج تھیں کچھ اعلیٰحضرت کی ایجاد کردہ نہیں تھیں اور آج بھی

مسلم معاشرہ کی عظیم اکثریت کا تمام اسلامی اور غیر اسلامی ملکوں میں ان روایات پر عملدرآمد ہے ۔ اس لئے کہنے دیجئے کہ اعلیٰحضرت دنیائے اسلام کے عظیم محسن ہیں جنہوں نے اُن روحانی اور مذہبی نقوش کو مٹنے سے بچایا جو عالم اسلام کو اپنے قابل تقلید اسلاف سے ورثے میں ملے تھے ۔

دوسرا شعبہ

دیوبندی فرقے کے وہ مخصوص عقائد جنہیں وہ تقریر و تحریر کے ذریعہ مسلم معاشرہ میں پھیلا رہے تھے ۔ اور آج بھی ان کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ جاری ہے اور از راہ فریب سادہ لوح عوام سے کہتے تھے کہ یہی وہ اسلامی عقائد ہیں جو قرآن و حدیث سے اخذ کئے گئے ہیں ۔ ایک سچے مسلمان کو انہی عقائد پر چلنا چاہیے ۔

اعلیٰحضرت نے اُمت مسلمہ کو عقیدے کے فساد سے بچانے کے لئے جس پامردی اور صبر و استقامت کے ساتھ اپنی مہم کا آغاز کیا وہ ایک مجدد ہی کی شان ہوسکتی ہے ۔ وقت کی ساری باطل قوتوں کو اپنا حریف بنا لینے کے باوجود اعلیٰ حضرت کی آواز کا وزن ساری دنیا نے محسوس کیا ۔ اعلیٰحضرت نے قرآن و حدیث، فقہ حنفی اور سلف صالحین کی بوجھل شہادتوں سے اُن مصنوعی عقائد کی دھجیاں اڑا دیں اور ہر کہہ و مہہ پر آفتاب نیمروز کی طرح واضح کر دیا کہ یہ عقائد سراسر باطل اور ایمان و اسلام کیلئے مہلک ہیں ۔ مسلمانوں کو ان فاسد عقائد سے سخت اجتناب کرنا چاہیے اور کھلے بندوں ان کی مذمت کرنی چاہیے

تاکہ معاشرہ میں انہیں اعتماد کی جگہ نہ مل سکے۔

اس شعبے کے ضمن میں چند ذیل دیوبندی عقائد بطور مثال ملاحظہ فرمائیں

۱۔ امتی عمل میں انبیاء سے بڑھ جاتے ہیں (تحذیر الناس)

۲۔ صریح جھوٹ سے انبیاء کا محفوظ رہنا ضروری نہیں ہے (تصفیۃ العقائد)

۳۔ کذب کو شان نبوت کے منافی سمجھنا غلط ہے (تصفیۃ العقائد)

۴۔ انبیاء کو معاصی سے معصوم سمجھنا غلط ہے

۵۔ نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرنا گناہ ہے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم)

۶۔ نماز میں حضور کا خیال لانے سے نمازی مشرک ہو جاتا ہے اور اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (صراط مستقیم) خدا کے لیے جھوٹ بولنا ممکن ہے (براہین قاطعہ، یکروزی وغیرہ) خدا کو زمان و مکان اور جہت سے پاک و منزہ سمجھنا گمراہی ہے (ایضاح الحق)

۷۔ جادوگروں کے شعبدے انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہوتے ہیں (منصب امامت)

۸۔ صحابہ کرام کو کافر کہنے والا سنت جماعت سے خارج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۹۔ محمد یا علی جس کا نام ہے وہ کسی چیز کی مختار نہیں (تقویۃ الایمان)

۱۰۔ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے (تقویۃ الایمان)

۱۱۔ رسول بخش، نبی بخش، پیر بخش عبد النبی، عبد المصطفٰے، غلام معین الدین، غلام محی الدین نام رکھنا یا اسے پسند کرنا شرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

۱۲۔ یہ کہنا کہ خدا و رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو گا شرک ہے۔

۱۳۔ رحمۃ اللعالمین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ مخصوص نہیں ہے۔ امتی بھی رحمۃ اللعالمین ہو سکتے ہیں۔ (فتاوٰی رشیدیہ)

۱۴۔ بندگان دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (فتاوٰی رشیدیہ)

۱۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ ہم ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ (تقویۃ الایمان)

۱۶۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن اپنا وکیل اور سفارشی سمجھتا ہے، وہ ابوجہل کے برابر مشرک ہے۔ (تقویۃ الایمان)

۱۷۔ کسی نبی یا ولی کے مزار پر روشنی کرنا، فرش بچھانا، جھاڑو دینا، پانی پلانا اور لوگوں کے لئے غسل اور وضو کا انتظام کرنا شرک ہے (تقویۃ الایمان) وغیرہا

انصاف و دیانت کے ساتھ دیوبندی مکتبہ فکر کے اِن معتقدات پر غور فرمایئے ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن سے عقیدہ توحید و تقدیس کو ٹھیس پہنچتی ہے

اور کچھ وہ ہیں جو شان رسالت کو مجروح کرتے ہیں اور کچھ وہ ہیں جنہیں اگر صحیح مان لیا جائے تو دنیا کے اسّی کروڑ مسلمانوں کے ایمان و اسلام کی سلامتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور بات یہی تک نہیں رکتی بلکہ صدیوں پر مشتمل ماضی کے وہ اسلاف کرام بھی زد میں آجاتے ہیں جنہوں نے مذکورہ بالا عقائد و اعمال کی توثیق فرمائی ہے۔

اب ایک طرف ہمارے معتقدات و روایات پر یہ جارحانہ حملہ نظر میں رکھیے اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا یہ دفاعی کردار ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے ایک پرجوش وکیل اور ایک پرخلوص محافظ کی طرح اُمت کے سر سے کفر و شرک کے الزامات کا دفاع کیا ہے۔ اور نہایت اخلاص و دیانت کیساتھ قرآن و حدیث، فقہ حنفی اور سلف صالین کے اقوال سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ امت کے جن عقائد و اعمال کو اہل دیوبند کفر و شرک کہتے ہیں وہ ایمان و اسلام کے بہترین مظاہر ہیں۔

اب جمہور اسلام کے افراد ہی اس کا فیصلہ کریں کہ اعلیٰ حضرت کا یہ عظیم کارنامہ ان کے حق میں ہے یا ان کے خلاف ہے۔ آپ نے ان گراں قدر خدمات کے ذریعے اعلیٰ حضرت نے اُمت میں تفرقہ ڈالا ہے یا انہیں ٹوٹنے سے بچا لیا ہے۔ عین شورش اور طوفان کی زد پر اعلیٰ حضرت نے جن عقائد و اعمال کی حمایت کی ہے اور جن روحانی احساسات کو مٹنے سے بچایا ہے اگر آج بھی روئے زمین کے جمہور مسلمین کا وہی مذہب ہے تو یہ فیصلہ جمہور ہی کو کرنا ہوگا کہ اپنے ایک جاں نثار وکیل اور ایک بے غرض محسن کو جذبۂ

محبت کے ساتھ یاد کیا جائے یا دشمن کے ناپاک پروپیگنڈوں کا شکار ہو کر احسان فراموشوں کا رویہ اختیار کر لیا جائے۔

اِن سوالوں کے جواب کے لئے میں آپ سے آپ ہی کے ضمیر کا انصاف چاہتا ہوں۔

تیسرا شعبہ

اکابر دیوبند کی بعض وہ عبارتیں جن میں انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں صریح گستاخیاں کی تھیں اور ضروریات دین کا انکار کر کے دین سے خود اپنا رشتہ منقطع کر لیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے اُن توہین انگیز عبارتوں پر ان کا مواخذہ فرمایا اور ان سے رجوع و توبہ کا مطالبہ کیا۔ آگے چل کر اس مطالبہ میں سادات حرمین طیبین اور بلاد عرب کے مشاہیر علماء و مشائخ بھی شریک ہو گئے اور اس طرح یہ کل عالم اسلام کا مطالبہ بن گیا۔

لیکن حق کے آگے جھکنے میں ان حضرات نے عار محسوس کیا اور نمائش دنیا کو آخرت پر ترجیح دی۔ نہ ان اہانت آمیز عبارتوں کو اپنی کتابوں سے حذف کیا اور نہ ان سے رجوع فرمایا۔ بلکہ آج تک وہ ان اہانت آمیز عبارتوں کی اشاعت کر کے اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کر رہے ہیں۔

اس شعبے کے ضمن میں مندرجۂ ذیل عبارتیں بطور مثال پیش کی جا سکتی ہیں

۱۔ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب حفظ الایمان

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو رذائل اور حیوانات و بہائم کے علم سے تشبیہہ دے کر شان رسالت میں صریح توہین کا ارتکاب کیا۔

۲۔ "براہین قاطعہ" مصنفہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی و مصدقہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی میں ایک توہین آمیز عبارت لکھی گئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ روئے زمین کی بابت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم شریف شیطان و ملک الموت کے علم سے کم ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھدیا گیا کہ شیطان و ملک الموت کے علم کی وسعت نص (قرآن وحدیث) سے ثابت ہے، حضور پاک کی وسعت علمی پر کوئی دلیل نہیں۔ پس شیطان کے مقابلے میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت علمی کا عقیدہ رکھتا ہے وہ مشرک ہے۔

۳۔ بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے اپنی کتاب تحذیرالناس میں اس امر کی صراحت فرمائی کہ آیت قرانی میں لفظ "خاتم النبیین" سے حضور علیہ السلام کو آخری نبی سمجھنا یہ عوام کالانعام کا شیوہ ہے۔ امت کے قابل اعتماد طبقے کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ دوسری جگہ لکھا کہ حضور علیہ السلام کے بعد بالفرض کوئی نیا نبی پیدا ہو جب بھی حضور کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

۴۔ دیوبندی مذہب کا پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک مرید نے عین حالت بیداری میں بہ سلامتی ہوش وحواس انہیں نبی کہہ کر ان پر ایں الفاظ درود بھیجا اللّٰھم صلی علیٰ سیدنا ونبینا اشرف علی اور ایں کئی بار کیا اور عذر لنگ یہ تراشا کہ مجبور ہوں بے اختیار ہوں

زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اور واقعہ کی یہ تفصیل اپنے پیر تھانوی صاحب کو لکھ بھیجی۔ بجائے اس کے کہ پیر صاحب اسے تنبیہہ کرتے اسے توبہ کراتے، اس کی حوصلہ افزائی فرمائی اور اسے تسلی دی

(رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ ھ)

اِن عبارتوں پر شرعی مواخذات کی تفصیل

۱۔ حفظ الایمان کی عبارت پر اعلیٰ حضرت نے یہ مواخذہ فرمایا کہ اسمیں ایسا کے ذریعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم پاک کو رذائل اور حیوانات و بہائم کے علم کیساتھ تشبیہہ دی گئی ہے اور یہ امر مابین عقلاء و اہل لسان مسلم ہے کہ رذائل کے ساتھ تشبیہہ میں توہین کے معنیٰ پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس عبارت میں علم نبوت کی صریح توہین ہے۔ اور توہین شان نبوت چونکہ کفر ہے اس لئے قائل کو توبۂ صحیحہ شرعیہ اور تجدید اسلام کرنا چاہیے

۲۔ براہین قاطعہ کی عبارت پر اعلیٰ حضرت نے تین الزامات قائم فرمائے،

پہلا الزام تو یہ ہے کہ اسمیں شیطان و ملک الموت کے مقابلے میں حضور کے علم پاک کی تنقیص کی گئی ہے اور نبی کے علم کی تنقیص از روئے کتاب و سنّت و باتفاق مشاہیر اسلام کفر ہے۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ اس عبارت میں شیطان و ملک الموت کی وسعت علمی کو نص سے (قرآن و حدیث) سے ثابت مانا گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی وسعت علمی کے لئے دلیل کا کلیتہً انکار کر دیا گیا جو خلاف

واقعہ ہونے کے علاوہ شیطان و ملک الموت کے مقابلے میں نبی کی تنقیص کا موجب بھی ہے۔

تیسرا الزام یہ قائم فرمایا کہ اس عبارت میں نبی کی وسعت علم کے اعتقاد کو شرک قرار دیا گیا لیکن شیطان و ملک الموت کے حق میں یہی وسعت علم کا اعتقاد عین اسلام بن گیا۔ اب حقیقت کا فیصلہ دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ کہا جائے کہ کتاب کے مصنفین نے شرک کا حکم غلط لگایا ہے اور اگر صحیح لگایا ہے تو یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ لوگ شیطان و ملک الموت کو خدا کا شریک سمجھتے ہیں۔

۳۔ تحذیر الناس کی عبارت پر اعلیٰ حضرت کا الزام یہ ہے کہ اس میں لفظ خاتم النبیین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھا گیا ہے اور عوام کا خیال بتایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقت امر اور قرآن و حدیث کے مفاد کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔ کیونکہ مصنف کے نزدیک حقیقت امر اور قرآن و حدیث کے رو سے بھی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہوتے تو یہ ہرگز نہ کہا جاتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار اسلام میں صریح کفر ہے۔ اور دوسری بات یہ بھی کہی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد بھی بالفرض کوئی نبی پیدا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

اس بات کو ہم پہلی بات کا لازمی نتیجہ کہہ سکتے ہیں۔ یعنی جب قائل کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ بغیر کسی قباحت شرعی کے

حضور کے بعد دوسرا نبی آسکتا ہے۔ کیونکہ مانع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "آخر" ہونا تھا اور جب اسی کا انکار کر دیا گیا تو مانع کہاں رہا؟ لہٰذا جس نئے نبی کو بالفرض کی صورت میں تسلیم کیا گیا تھا جب وہ "مفروضہ نبی" غلام احمد کی صورت میں واقع ہو گیا تو اب عقیدہ ختم نبوت کی بنیاد پر اہل دیوبند اس کا کیونکر انکار کر سکتے ہیں۔؟

۴۔ الامداد کی عبارت پر اعلیٰ حضرت کا الزام یہ ہے کہ غیر نبی کو نبی کہنا کفر ہے اور کفر کی حوصلہ افزائی اور اپنی خوشنودی کا اظہار بھی کفر ہے۔ لہٰذا قائل بالکفر اور راضی بالکفر دونوں ایک ہی الزام کی زد میں ہیں۔ باقی رہ گیا "زبان کے بے قابو ہونے کا عذر" تو کفر اور ناروا کلمات منہ سے نکال لینے کے لئے شریعت اس طرح کا عذر لنگ ہرگز تسلیم نہیں کرتی

اختصار کے ساتھ مذکورہ بالا عبارتوں پر اعلیٰ حضرت کے شرعی الزامات کی جو میں نے تشریح کی ہے اس کی روشنی میں اہل علم حضرات غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت نے ان لوگوں سے توبہ و رجوع کا جو مطالبہ فرمایا تھا وہ معقول بنیاد پر مبنی تھا یا بے بنیاد تھا۔

چوتھا شعبہ

اعلیٰ حضرت کی علمی خدمات کا چوتھا شعبہ وہ مذہبی اور اخلاقی اصلاحات ہیں جو مسلم معاشرہ میں پھیلی ہوئی غلط رسموں اور برائیوں کے خلاف اعلیٰ حضرت نے انجام دیئے۔ اور ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر نئے مسائل پر اعلیٰ حضرت کی

وہ بلند پایہ تحقیقات اور فکری نوادرات ہیں جنہیں دیکھ کر علمائے عرب نے اعلیٰ حضرت کی فقہی بصیرتوں اور علمی عظمتوں کا لوہا مان لیا۔[۱]

معاملات و عبادات میں اعلیٰ حضرت نے جن اغلاط و مفاسد کی اصلاح فرمائی وہ ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے اعلیٰ حضرت کے فتاوے میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں اگر انہیں منتخب کر کے ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے خاص طور پر فتاویٰ رضویہ کے وہ مباحث جو محافل میلاد، اعراس، زیارت قبور، مراسم محرم، اور خوشی و غمی وغیرہ میں غلط رسم و رواج اور غیر اسلامی امور کی اصلاحات پر مشتمل ہیں، وہ ان لوگوں کے منہ پر بھرپور طمانچہ ہیں جو اعلیٰ حضرت کو بدعت نواز کہتے ہیں۔

اس مقالے کی آخری سطریں لکھتے ہوئے اپنے عنوان کے متعلق دو لفظ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ بات اب محتاج بحث نہیں ہے کہ پاک و ہند میں اپنے آپ کو حنفی کہنے والے دو بڑے مکاتیب فکر میں منقسم ہو گئے ہیں۔ بریلوی مکتبہ فکر اور دیوبندی مکتبہ فکر۔ میرا یہ مقالہ دونوں مکتبہ فکر کے تقابلی مطالعہ پر مشتمل ہے اب یہ فیصلہ کرنا آپ ہی کے ذمہ ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضلِ بریلوی نے

---

[۱] ملاحظہ ہو "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" مصنفہ پروفیسر ڈاکٹر ...شائع کردہ مرکزی مجلس رضا۔ لاہور

(ناشر)

اہل دیوبند کے مقابلے میں جن عقائد و اعمال کی حمائت کی ہے اگر وہی اہلسنت کا مذہب ہے تو لازماً یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ بریلوی مکتبہ فکر ہی مذہب اہل سُنت کا صحیح ترجمان ہے۔

پس دُعا کیجئے کہ مولائے غافر و کریم اُس امام اہلسنت کے مرقد پر صبح و شام اپنی رحمتوں کے پھول برسائے جس کا نام احمد رضا ہے اور جس نے اپنے ناموس کو خطرے میں ڈال کر اپنے آقا کے ناموس کا تحفظ کیا اور پھر جس نے اپنے محبوب کی خوشنودی کے آگے کسی کی خوشنودی کی پرواہ نہیں کی۔

اپنے سلطان کا ایک مستغنی گدا جس نے ارباب سریر و کلاہ کی طرف کبھی نگاہ نہیں اٹھائی۔ حق کا ایک بے لوث علم بردار جسے زمانہ کسی قیمت پر بھی خرید نہیں سکا۔

وصلی اللہ علی النبی المختار وآلہ الاطہار وحزبہ ابرار

ادر برائیوں کے خلاف اعلیٰحضرت نے

سے زیادہ قابل ذکر نئے مسائل پر اعلیٰ حضرت کی